ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol.6 No.1 2022

میثاقِ مدینہ دنیا کا پہلا تحریری دستور

I ڈاکٹر عبد الرحمٰن خالد مدنی*

II. فاطمہ خان*

ABSTRACT

The life of beloved Prophet Muhammad (PBUH) is role model for us as mentioned in Qur'an:

﴿ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴾

Translation: And indeed, you are of a great moral character. (68:4) Basically, historians and bio-graphists divided the life of Holy Prophet Muhammad (PBUH) into two dimensions or groups: first Macan period of life, second Madni period of life. First phase of life consists of beliefs, on the other hand the second phase of life consists of social, economic, and political matters. For development of socio-economical system Qur'an was revealed. Moreover, our beloved Prophet (S.A.W.W) handle the matters to comprehensively. Charter of Madina was the base to construct the Islamic state in all over the world. In which humanity saves all its rights, treaty of medina was not only for that two or three groups but for the whole humanity comes till the day of judgement. In the treaty all human rights and responsibilities are mentioned that how to live in a society by making peace, prosperity as group and as an individual. For this purpose, political letters and agreements were written during the Life of Hazrat Muhammad (S.A.W.W) also in the Caliphate time. History has been written that nations who follows the footsteps of Hazrat Muhammad (S.A.W.W) became successful yet the nations who disobey him were destroyed in no time.

1: تصورِ ریاست

دنیا کی تاریخ میں کسی ریاست کا قیام تھوڑی بہت قوت استعمال کیے بغیر شاید ہی ہوا ہو، لیکن یہ تاریخ کی کتنی بڑی حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل اجنبی ماحول میں باہم متضاد و منتشر عناصر کے تعاون سے نہ صرف ریاست بلکہ ایک نظریاتی ریاست کو قائم فرمایا اور پھر خاص بات یہ ہے کہ اس تعاون کو آپ نے کسی کی طاقت اور تشدد یا جبر و ظلم کے بل بوتے پر نہیں بلکہ محض ایک نوشتہ کے ذریعہ حاصل کیا تھا۔ یہ نوشتہ یا دستاویز جس کے ذریعہ مدینہ ایک مکمل شہری ریاست کی شکل اختیار کر گیا اور جس میں حکمران، ریاست اور اس کی رعایا کے حقوق و فرائض اور دیگر فوری ضروریات کا تفصیلی ذکر ہے، عام معنوں میں کوئی تحریر یا معاہدہ نہ تھا ورنہ یوں تو قبائل آپس میں مختلف معاہدے پہلے بھی کر لیا کرتے تھے۔

اور محالفہ کر کے زندگی کے سرد و گرم میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باشندگان مدینہ کے لئے جو دستاویز مرتب فرمائی اس کے خدوخال یقیناً وہ نہیں ہیں جو دو قبیلوں کے درمیان محالفہ وغیرہ کے ہوتے ہیں بلکہ اس کا انداز صریحاً اس منشور کا سا ہے جو حکمران کی طرف سے رعایا کے لیے جاری کیا جاتا ہے۔ اس کی تصدیق دستاویز کے مکمل متن سے ہوتی ہے جس سے قدیم ترین سیرت نگار ابن اسحاق نے پوری طرح نقل کیا اور بعد میں ابو عبید نے بھی بعض معمولی اختلافات کے ساتھ اپنی کتاب الاموال میں اس سے محفوظ کر لیا۔

یہ تاریخی دستاویز تاسیسِ ریاست کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ انقلابی اقدام ہے جس کی نظیر پوری تاریخِ سیاست میں مشکل ہی سے ملے گی۔ اس نوشتہ کی بنا پر نہ صرف یہ کہ مدینہ میں ایک ریاست کی تاسیس باضابطہ طور پر ہو گی بلکہ اس نوشتہ نے مدنی سیاست و معاشرت بلکہ پورے عرب کی سیاست و مدنیت پر انتہائی دور رس اثرات مرتب کیے، چنانچہ ڈاکٹر حمید اللہ نے لکھا ہے: کہ اصل میں شہر مدینہ کو پہلی دفعہ شہری مملکت قرار دینا اور اس کے انتظام کا دستور مرتب کرنا تھا۔ بہر حال اس اجمال کی تفصیل اور اس کے مندرجات کی وضاحت مختلف نکات کے تحت کی جاسکتی ہے۔ اس دستاویز کا مجموعی طور پر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس کی زبان، اس کی عبارت، اس کی تحریر، اس کی تحریر کا سیاسی سلیقہ، اس کا محتاط قانونی اندازِ بیان، اور اس کے مندرجات وغیرہ (ایک معمولی نوشتہ یہ معاہدہ کے نہیں بلکہ) غیر معمولی نوعیت کے ہیں۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے اس دستاویز پر بحث کرتے ہوئے اس کا عنوان دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور قائم کیا۔ اسی مضمون میں وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ زیر بحث دستاویز ایک معاہدہ کی شکل نہیں رکھتی بلکہ ایک فرض اور ایک حکم کی صورت میں نافذ کی جاتی ہے، چنانچہ سب لوگ جانتے ہیں کہ کتاب کے معنی فرض اور حکم کے ہیں اور پھر حوالے دے کر آگے ثابت کرتے ہیں کہ جرمن، فرانسیسی، ہسپانوی اور انگریزی زبانوں میں بھی اس کے یہی معنی ہیں۔

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور
* ایم فل علوم اسلامیہ، سیرت النبی ﷺ، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور، پاکستان

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

اس دستاویز کی اس دستوری نوعیت کے پیش نظر یہ کہنا شاید بے جا نہ ہو گا کہ اس کے کسی ایک فریق کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ جب چاہے علیحد گی اختیار کر لے یا اس کی خلاف ورزی کر ڈالے۔ ایسا کرنا گویا اس حق شہریت کو ختم کر دینا ہے جو ریاستِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدود میں دستور رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جن یہودی قبائل نے بعد میں اسے پامال کیا ان کے خلاف وہ کارروائی کی گئی جو غداروں اور باغیوں کے خلاف کی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس دستاویز کو معاہدہ یا میثاق کی بجائے فرمان اور منشور کہنا زیادہ صحیح ہو گا۔

اس کے مندرجات پر غور کرنے سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ اسے اللہ کے نبی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مدینہ کے حکمران کی جانب سے جاری کیا گیا تھا، اس میں یکطرفہ طور پر (معاہدہ کے برخلاف) تمام رعیت کے حقوق و فرائض کو متعین کیا گیا اور ساتھ ہی ساتھ کمال تدبر سے اس وقت مدنی سیاست و معاشرت کی تمام فوری ضروریات مسلمانوں اور دیگر عناصر آبادی کے درمیان تعلقات کا مسئلہ، قریش کی ناکہ بندی، مدینہ کا دفاع وغیرہ کا تسلی بخش انتظام کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں اس منشور میں یہ امر بھی واضح ہے کہ اس کا دائرہ اطلاق مدینے میں رہنے والے تمام باشندوں اور تمام جماعتوں پر یکساں طور پر عائد ہوتا ہے۔ یعنی مہاجرین، انصار، مشرکین یہود وغیرہ۔ اس منشور کے ابتدائی فقرے اس کی وسعت اور ہمہ گیری کو متعین کر کے اس بات کی نفی کر دیتے ہیں کہ یہ یہودیوں سے معاہدہ کی قسم کی کوئی چیز ہے۔ [(1)]

ریاست کا تصور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دور میں موجود ہے جیسا کہ ایک طرف فرمان خداوندی ہے :

"یقیناً تمہارے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں (پیروی کے لیے) بہترین نمونہ موجود ہے" [(2)]

تو دوسری جانب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"

تم پر میرے اور میرے بعد خلفائے راشدین کی پیروی لازمی ہے" [(3)]

سیاسی زندگی کو اس فرمان کی پابندی سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ خوش قسمتی سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے معاملات کے علاوہ ریاست کی تشکیل اور اسے چلانے کے حوالے سے اپنا نمونہ ہمارے لئے چھوڑا ہے۔ قرآن کریم میں بعض پیغمبرانِ عظام کا انتہائی تکریم کے ساتھ تذکرہ کرنے کے بعد خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِیْنَ﴾[(4)]

"یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالی نے ہدایت بخشی اس لیے آپ بھی انہی کا طریق اختیار کیجئے۔"

اس طرح سابقہ پیغمبروں کا طرز عمل اور طریقہ بھی مسلمانوں میں بروئے عمل رہا سوائے اس کے کہ بعد میں آنے والے پیغمبروں کی تعلیمات نے اسے تبدیل یا منسوخ کر دیا۔ ابتدا میں انسان چھوٹے مگر الگ اور خود مختار خاندانوں کی شکل میں رہتے تھے جو عموماً باپ، ماں اور چھوٹے بچوں پر مشتمل ہوتا تھا تاہم بعض اوقات معمر دادا، دادی یا نانا، نانی بھی ان کے ساتھ رہتے تھے۔ اس کے علاوہ بعض خاندانوں نے طاقتور دشمنوں سے تحفظ کی خاطر ایک جگہ اکٹھے رہائش اختیار کر لی اور کنبہ بنا کر رہنے لگے۔ وقت اور ضروریات نے انہیں مزید مرکزیت پر مجبور کر دیا اور قبائل کی شکل میں منظم ہو گئے ان قبائل نے بعد ازاں شہری ریاستوں کی شکل اختیار کر لی جو آہستہ آہستہ ریاستوں اور پھر وقت کے گزرنے کے ساتھ سلطنتوں میں تبدیل ہو گئیں۔

بعض مہم جوؤں نے وقتاً فوقتاً ایک عالمگیر سلطنت اور حکومت قائم کرنے کی کوششیں کیں لیکن یہ کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکی اور اس خواب کو کبھی تعبیر نہ مل سکی، بائبل کی رائے میں اس حوالے سے یہ ہے:

"کہ تم پر حکمران بادشاہوں کا وطیرہ یہ ہو گا کہ وہ تمہارے بیٹوں کو تم سے چھین لے گا اور انہیں اپنی خدمت کے لئے اور بعض کو اپنی رتھوں پر سائس بنا کر ملازم رکھے گا اور ان میں بعض اس کی رتھوں کے آگے (سپاہیوں کے طور پر) دوڑیں گے اور بعض کو وہ ہزاروں سپاہیوں کے اوپر افسر بنائے گا اور بعض کو چھوٹے دستوں پر افسر مقرر کرے گا۔ بعض کو وہ اپنی زمینوں میں فصلیں بونے اور بعض کو فصلیں (پکنے کے بعد) سمیٹنے کی ذمہ داری تفویض کرے گا جبکہ بعض کو وہ جنگی ہتھیار بنانے پر مامور کرے گا اور بعض سے اپنی رتھوں کے لیے اجزا تیار کرائے گا اشیائے خورد و نوش تیار کرنے پر لگائے گا جو ان کے لئے ہے کھانے اور مٹھائیاں تیار کریں گی۔ وہ تمہارے کھیتوں پر بھی قبضہ کر لے گا اور انگور اور زیتون کے بہترین باغات بھی اپنی تحویل میں لے لے گا۔ ان میں سے بعض کو اپنے ملازمین کے حوالے کر دے گا۔ وہ تمھاری زرعی پیداوار کا دسواں حصہ اور انگور کے باغات کا دسواں حصہ تم سے لے کر اپنے افسروں اور ملازموں کو دے گا۔ وہ تمہارے غلاموں اور لونڈیوں کو بھی تم سے لے لے گا۔

اور تمہارے شہ زور مردوں اور گدھوں کو تم سے چھین کر اپنے کام میں لگا دے گا۔ وہ تم سے تمہاری بھیڑوں کا دسواں حصہ بھی حاصل کر لے گا اور تم اس کے غلام بن کر کام کرو گے اور تم اس روز بادشاہ کے طرز عمل پر آنسو بہاؤ گے اور کیونکہ تم نے بادشاہ کو خود چنا ہو گا اس لئے خداوند اس روز تمہاری کوئی بات نہیں سنے گا۔

اس کے باوجود لوگوں نے پیغمبر کی بات سننے سے انکار کر دیا۔ بائبل مزید کہتی ہے "پھر سیموئیل نے لوگوں کو حکومت چلانے کا طریقہ سکھایا اور اسے ایک کتاب میں لکھا اور اسے خداوند کو پیش کر دیا"

گو بظاہر یہ لوگوں کو حکومت سے برگشتہ رکھنے کا مضحکہ خیز طریقہ معلوم ہوتا ہے تاہم اگر یہ سچ ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ایک 'ریاست کا تحریری آئین'، ایک سابقہ پیغمبر کی سنت میں موجود ہے۔ اشموئیل پیغمبر

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

نے جس بادشاہ کو نامزد کیا قرآن میں اس کا نام طالوت اور بائبل میں ساؤل ہے۔ ہو سکتا ہے کہ طالوت اس کا لقب ہو جس کا مطلب بڑا سردار یا بادشاہ ہے۔ طالوت کے بعد ان کے داماد داؤد علیہ السلام کو اقتدار حاصل ہوا۔ قرآن مجید میں انہیں پیغمبر اور بادشاہ دونوں خصوصیت کا حامل قرار دیا گیا ہے جبکہ بائبل کے مطابق وہ صرف بادشاہ تھے۔

ان کی جانشینی کا اعزاز ان کے صاحبزادے سلیمان علیہ السلام کو حاصل ہوا جو قرآن کے مطابق بادشاہ بھی تھے اور پیغمبر بھی جبکہ بائبل میں انہیں صرف بادشاہ قرار دیا۔[5] قرآن پاک میں مذکور ہے:

﴿وَ وَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ﴾[6]

" سلمان داؤد کے وارث تھے"

بیٹے نے باپ کی سلطنت ورثے میں حاصل کی۔ باپ اور بیٹا دونوں پیغمبر تھے۔

قرآن پاک میں جو ذکر آیا ہے وہ یہ ہے کہ:

﴿ یَا دَاوُوْدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِـعِ الْـهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّـٰهِ ۚ اِنَّ الَّـذِیْنَ یَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّـٰهِ لَـهُـمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ بِمَا نَسُوْا یَوْمَ الْحِسَابِ﴾[7]

" داؤد! بیشک ہم نے تجھ کو زمین پر ایک نائب مقرر کیا ہے اس لیے لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلہ کیا کر اور خواہشات کی پیروی نہ کر ورنہ وہ تجھے خدا کی راہ سے بھٹکا دیں گے اور جو کوئی خدا کی راہ سے بھٹکے تو اس کا انجام برا ہوتا ہے کیونکہ وہ قیامت کے حساب کتاب کو بھول جاتا ہے۔"

سلطنت کے مفتوحات و محاصل کو دنیا کے بادشاہوں نے ہمیشہ اپنی ذاتی ملک سمجھا اور اپنے ذاتی و خاندانی عیش و آرام کے سوا ان کا کوئی دوسرا مصرف ان کے نزدیک نہ تھا اور اگر وہ اس میں سے دوسروں کو کچھ دیتے تھے تو اس کو اپنا احسان سمجھتے تھے لیکن جو نظام سلطنت اسلام نے قائم کیا تھا اس میں سلطنت کے سارے محاصل مال اللہ یعنی اللہ کا مال کہلاتے تھے اور وہ صرف بیت المال کی ملکیت تھے اور مسلمانوں ہی کے لیے تھے ،زکوۃ صدقہ، خراج اور جزیہ جو کچھ وصول ہوتا تھا وہ اگرچہ بحثییت امیر سلطنت سب کا سب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں آتا تھا۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنا نہیں، بلکہ باختلاف شرائط عام مسلمانوں کی ملکیت قرار دیا اور کبھی اس کو اپنے شخصی تصرف میں نہیں لائے، زکوۃ کی ساری رقم اپنے اور اپنے اہل و عیال اور اپنے خاندان ہاشم پر حرام فرمادی اور اس کو بحکم الہی عام غربہ اور اہل حاجت کا حق قرار دیا اور اس کو کو اعلانیہ ظاہر فرمایا۔[8] ابو داؤد میں ہے:

((حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِیبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا أُوتِیكُمْ مِنْ شَیْءٍ وَمَا أَمْنَعُكُمُوهُ إِنْ أَنَا إِلَّا خَازِنٌ أَضَعُ حَیْثُ أُمِرْتُ))

"کہ میں تم کو نہ کچھ دے سکتا ہوں ہو نہ کچھ روک سکتا ہوں، میں صرف خزانچی ہوں، جس موقع پر صرف کرنے کا مجھے حکم دیا جاتا ہے وہاں صرف کرتا ہوں۔"

[9]

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو اسلامی مملکت قائم کی تھی اس کے لیے کوئی خصوصی احکام قرآن مجید میں نہیں دیے گئے۔ چونکہ انبیاء سلف کی سنت بھی مسلمانوں کے لئے واجب التعمیل قرار دی گئی ہے اس لئے ان کے زمانے کے احکام کا تذکرہ نہ صرف اسلامی مملکت کے تصور کے لیے ایک پسِ منظر کا کام دیتا ہے بلکہ وہ اسلامی قانون سیاسی و انتظامی نظام کا جزو بن جاتے ہیں۔

سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ اقتدارِ اعلی کے ربانی ماخذ کو کہیں بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہے اور قیامت کے حساب و کتاب پر بار بار زور دیا گیا تا کہ بادشاہ میں کسی دنیاوی ذمہ داری کے نہ ہونے کے باعث استبداد نہ پیدا ہو جائے، اگرچہ قرآن مجید میں علاقے یا زمین کا ذکر بعض وقت حکمرانی کے ساتھ آیا ہے لیکن وہ بڑی حد تک ضمنی ہے بنیادی نہیں[10] مثلا

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۖ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۖ بِیَدِكَ الْخَیْرُ ۖ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴾[11]

"کہہ! اے خدا ملک کے مالک! تو ہی جس کو چاہتا ہے، ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک واپس لے لیتا ہے، جس کو چاہتا ہے تو عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تو تو ہی ذلیل کرتا ہے، بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

﴿وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ۗ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾[12]

"اور وہی ہے جس نے زمین میں تم کو نائب مقرر کیا اور تم میں سے چند کو دوسرے پر رتبے میں فوقیت دی تاکہ تمہیں اس چیز سے آزمائے، جو اس نے تمہیں دی۔"

2: مدینہ کے مذہبی، سماجی، سیاسی اور معاشی حالات

مذہبی حالات:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

"یثرب" مدینہ منورہ کا پرانا نام تھا۔

ابلتے چشموں والی سرسبز وزرخیز نخلستانی زمین جسے چاروں طرف سے جلی ہوئی چٹانوں (الحرات) نے گھیر رکھا ہے اور ان میں سے اہم حرۃ واقم مشرق میں اور حرۃ الوبرۃ مغرب میں ہے۔ واقم البرۃ کی نسبت زیادہ زرخیز اور آباد ہے۔ جبل احد اس کے شمال میں اور جبل عیر اس کے جنوب میں واقع ہے۔ نیز اس میں بہت سی وادیاں ہیں جن میں سے مشہور بطحان، مذینیب، مہزور اور عقیق ہیں اور جنوب سے شمال کی طرف ڈھلوان میں ہیں جبکہ وہ رومہ کی طرف سے آنے والے سیلابوں کے مقام اتصال پر باہم مل جاتی ہے۔ یثرب نام ابتدائی کتابوں میں وارد ہوا ہے جس سے اس کے قدیم ہونے کا اشارہ ملتا ہے۔

مدینہ منورہ کے یہود اور بالعموم حجاز کے یہودیوں کی اصل وہ مقام جہاں سے انہوں نے ہجرت کی اور زمانہ جس میں وہ حجاز آئے کہ بارے میں مختلف آراء ہیں لیکن قوی تر میلان اس طرف ہے کہ ان کی شام سے ہجرت کی ابتدا پہلی اور دوسری صدی عیسوی کے بعد ہوئی جب روم، شام اور مصر پر پہلی صدی عیسوی اور یہودیوں اور ان کی ریاست انباط پر دوسری صدی (ق،م) میں غلبہ پاچکا تھا۔ ہجرت سے قبل یہودی قبائل مشہور تھے جن کے بارے میں مختلف آراء ہیں کہ آیا وہ عرب تھے اور یہودی ہوگئے یا یہ ہے کہ وہ حجاز کی طرف سے نکلنے والے یہودیوں میں سے تھے اس اختلاف کا اطلاق یہودیوں کے دوسرے خاندانوں پر بھی ہوتا ہے جن کو قدیم مصادر نے عربی دیا ہے اور ان میں سے بنو عکرمہ، بنو محمر، بنو زعورا بنو شطیبہ، بنو جشم، بنو بہدل بنو عوف، بنو معاویہ، بنو مرید، بنو قصیص اور بنو ثعلبہ ہیں۔

سماجی، سیاسی و معاشی حالات:

تاریخ نے یہودیوں کی مکمل تعداد کا تذکرہ نہیں کیا لیکن سیرت کی کتابوں نے ہر قبلہ میں سے جنگجو افراد کی تعداد کا ذکر کیا ہے جو عموماً بالغ مردوں پر مشتمل ہوتے ہے وہ: بنو قینقاع میں سے 700، بنو نضیر میں سے تقریباً اتنے ہی اور بنو قریظہ میں سے 700 اور 900 کے درمیان تھے، تاہم تین یہودی قبیلوں کے جنگجو 2000 سے کچھ زیادہ تھے۔ یہ کم اہمیت کے حامل دیگر یہودی خاندانوں کے علاوہ تھے اور ان سے بھی جو یثرب سے متفرق مقامات میں سکونت پذیر تھے، جن کے بارے میں سمہودی بیان کرتا ہے کہ وہ 20 خاندانوں سے زائد تھے۔ بلاشبہ مدنی معاشرہ یہودی گرفت میں آگیا تھا اس سے قبل کے پورا عربی ڈھانچہ اقتصادی، سیاسی، اور فکری لحاظ سے مکمل طور پر اس کے سامنے سرنگوں ہوجاتا جب کہ یہودیوں نے اس پر اپنے بعض اثرات قائم کیے نیز وہ خود بھی مدینہ کے گردونواح میں موجود قبائل سے متاثر ہوئے۔

جب مدنی معاشرہ

یہودیوں کی گرفت میں آگیا تو یہودی زرعی اور صنعتی معلومات اپنے ساتھ لائے جو یثرب کے کھجور، انگور اور انار کے باغات اور غلوں کی پیداوار میں اضافے کا باعث ہوئیں۔ نیز پولٹری اور مویشیوں کی پرورش میں اہتمام ظاہر ہوا اور گھریلو دستکاری کی صنعت وجود میں آئیں جنہیں عورتیں گریلو سامان کی صورت میں تیار کرتیں۔ اور بعض دیگر آلاتِ زرعی معاشرے کے لیے ضروری تھے مہیا کیے گئے۔ چنانچہ یہودی مدینے کے معاشرے پر اثرانداز ہوئے اور خود ان پر بھی ارد گرد کے عربوں کے اثرات پڑے، جو عصبیت، سخاوت شاعری اور اسلحہ کے استعمال کی صورت میں تھے۔ سرکش قبائلی جھگڑوں نے یہودیوں کو واحد دینی گروہ بن کر نہیں رہنے دیا، بلکہ وہ باہم جھگڑتے ہوئے متعدد قبائل بن گئے اور ہجرت مدینہ کے بعد بھی واحد صف بننے میں کامیاب نہ ہوسکے۔

3: مملکتِ مدینہ کے استحکام کے لیے ابتدائی اقدامات

مملکت مدینہ کے استحکام کے لیے ابتدائی اقدامات بلاشبہ ہر تہذیب فکر اور دین کے لئے

ایک چھاپ ہوتی ہے جو اس پر لگی ہوتی ہے اور رنگ ہوتا ہے جو اس پر چڑھا ہوتا ہے جو اسے ممیز کردیتا ہے۔ اور اس کے دائرہ کار میں انسان بستے ہیں وہ اس کی امتیازی حیثیت دور رسی اور جامعات کی حد تک اس سے متاثر ہوتے ہیں۔

اور افکار و عقائدات اس سے باہم تشا

بہ ہوتے ہیں اور وہ ماسوائے متعین پہلوؤں کے ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے جیسا کہ موجودہ دنیا میں غالب فلسفوں کا حال ہے۔ اور ایک سے دوسرے کی طرف تغیرِ انسان کی زندگی میں کامل تبدیلی اور جامع انقلاب نہیں چاہتا، بلکہ وہ اس کے بنیادی عقیدے میں کچھ تغیر پر اتفاق کرلیتا ہے اور دوسرے میں اضافہ کرتا ہے کہ جدید اصولوں کی طرف سے مکمل ہوجائے۔

عرب اپنے معاملات اور اجتماعی تعلقات میں قانونی ضابطوں

سے آزاد نہ رہے، بلکہ اپنی زندگی کی جزئیات مثلاً اخلاق و عبادات، نیند و بیداری کھانا اور پینا، نکاح و طلاق، خرید و فروخت وغیرہ میں شریعت کے ضابطے کے پابند ہوگئے۔ بلاشبہ عادات انسان پر مسلط رہتی ہیں اور ان سے خلاصی، اور نئی عادات و خصائل قبول کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن

اسلام جب اس میں گہرا ایمان پیدا کر دیتا ہے تو اسے

جاہلی شخصیت سے، اس کی مکمل علامات سمیٹ کر باہر کرتا ہے اور اسلامی شخصیت کو اس کی جملہ خصوصیات کے ساتھ اپنانے پر اسے قادر بنا دیتا ہے ،لہٰذا وہ اللہ تعالی کی عبادت کا عادی ہو جاتا ہے اور اس کا جملہ معاشی و معاشرتی سرگرمیوں کارخ اس کی طرف ہو جاتا ہے۔

کیونکہ اسلام میں ہر سرگرمی اور ہر حرکت جس کا مقصد

اللہ تعالی کی رضا ہو،عبادت ہے۔ چناچہ وہ نماز جو دین کا ستون ہے، کی متعین اوقات کے ساتھ دن میں پانچ مرتبہ ادائیگی کا التزام کرتا ہے۔ بلاشبہ نفس انسانی نسل بندی کا شکار ہو جاتا ہے اور وہ واجبات الزامات سے گریز کی کوشش کرتا ہے لیکن مسلمان جو اپنا سر اللہ تعالی کے حضور میں جھکا دیتا ہے تو اس کا عادی ہو جاتا ہے۔

جب اسلام آیا تو ریاست کا مفہوم راسخ ہو گیا اور سارے قبائل اور افراد اس کے ساتھ

مربوط ہو گئے۔ چناچہ مدینہ منورہ کی ریاست محض نظریے کی بنیاد پر قائم ہوئی اور اس نے تاریخ میں پہلی مرتبہ اسلام کے پرچم تلے جزیرہ عرب نے وسعت پائی ۔ اور یہ اس کی تاریخ میں سیاسی انقلاب تھا۔(13)(15)

اس طرح سے اسلام نے مدینہ منورہ میں فرد اور معاشرے کی زندگی میں کامل تبدیلی پیدا کی جب وہ اپنی دورر سی جامعیت اور اثر انگیزی کی قدرت کے ساتھ ظاہر ہوا حتی کہ زندگی ہر پہلو سے اس کے رنگ میں رنگی گئی

﴿صبغة الله ومن احسن من الله صبغة ﴾ (14)

"کہو اللہ کا رنگ اختیار کرو اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہو گا؟

مدینہ کے معاشرے میں ہمیں جو بنیادی چیزیں نظر آتی ہیں وہ درج ذیل ہیں: مواخاتِ مدینہ نے تمام مسلمانوں کو باہم بھائی قرار دیا ہے اور ایک دوسرے کی مدد اور حق میں ایک دوسرے کی نصرت واجب قرار دی لیکن اس بحث کا موضوع خاص بھائی چارہ ہے جس نے امت مسلمہ کے باہمی حقوق اور فرائض کے مقابلہ میں مخصوص حقوق اور فرائض بنائے۔

مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کو کئی قسم کے معاشی، معاشرتی اور صحت سے متعلقہ مشکلات کا سامنا تھا۔ بلاشبہ مہاجرین نے اپنے اہل وعیال اور اپنے مال و منال کا بڑا حصہ مکہ میں چھوڑا تھا۔ نیز ان کی مہارت تجارت میں بھی جس کے قریش عادی تھے جبکہ انہیں زراعت وصنعت میں ملکہ حاصل نہ تھا۔ زراعت وصنعت ہی مدینہ کی اقتصادیات کی بڑی بنیادیں تھی ۔ نیز یہ کہ تجارت سرمایہ کی محتاج ہوتی ہے جب کہ مہاجرین اس جدید معاشرے میں ہونے کے باعث بسہولت ایسانہ کر سکتے تھے۔ پھر ان کے روز گار کا بندوبست کرنا ایک مسئلہ تھا جس کا اس نوزائیدہ ریاست کو سامنا تھا۔

جدید

معاشرے کے ساتھ مہاجرین کے تعلقات نہیں تھے۔ مہاجرین اپنے اہل وعیال اور احباب کو مکہ چھوڑ آئے تھے ان کی یاد نے انہیں اجنبیت کا احساس دلایا اور ان میں شہر مکہ کے ساتھ انس ومحبت کے جذبات ابھر آئے ۔ لاوہ ازیں مکہ کی آب وہوا مدینہ سے مختلف تھی اور مہاجرین کو بخار نے آلیا تھا۔ اس طرح سے مہاجرین کی حالت، فوری علاج، وقتی اور استثنائی حل کی محتاج تھی، جب کہ انصار نے ان کی مدد کرنے میں ذرا بھی بخل سے کام نہ لیا بلکہ انھوں نے قربانی اور ایثار کی ایسی مثالیں قائم کیں جن پر اللہ پاک نے آیات نازل کیں جو تا قیامت پڑھی جاتی رہیں گی۔ معاشرے کے قیام کی بنیاد تھی۔(15)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ حق کے آغاز میں اپنی دعوت کو ممکنہ حد تک وسعت پذیر کرنے کے لئے اقدامات فرمانا شروع کر دیے۔ مکہ مکرمہ میں ہونے والی شاید ہی کوئی عوامی و سماجی تقریب ہو جس میں گردونواح سے آنے والے لوگوں تک آپ کی دعوت نہ پہنچی ہو یہی وجہ تھی کہ قریشِ مکہ باہر سے آنے والے لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بد ظن کرنے اور دور رکھنے کے لئے مصروف رہتے ان کی منفی سرگرمیاں بھی ایک لحاظ سے اسلام کے ہی فروغ اور آپ کے تعارف کا باعث بنتیں۔

سال دس نبوی میں حج کے زمانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبائل عرب میں دعوتِ حق کے لیے نکلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقام عقبہ سے گزر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبیلہ خزرج کے کچھ لوگ ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں، انہوں نے جوابا کہا کہ ہم قبیلہ خزرج کے کچھ لوگ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا آپ یہود کے ہمسائے ہیں انہوں نے کہاہاں۔ ان سے ابتدائی تعارف کے بعد جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کے حالات پر گہری نظر اور مدنی قبائل کے بارے میں وسیع

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

معلومات کا عکاس تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے دعوت حق کا پیغام رکھا انہیں اسلام کی دعوت دی ۔

قرآن پڑھ کر سنایا ان میں سے ایک شخصیت کا دل کلام الہی سے بے حد متاثر ہوا یہ خوش نصیب حضرت ایاس بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ اپنے وقت کے لوگوں سے کہنے لگے اللہ کی قسم تم جس غرض سے یہاں آئے ہو یہ دعوت اس سے بدرجہا بہتر ہے لیکن قائد وفد نے ان کی بات نہ مانی تاہم حضرت ایاس بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ بعض روایات کے مطابق اول وفد نے عرض کی کے ابھی ہماری آپس میں اوس اور خزرج کی خانہ جنگی ہو رہی ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مدینہ تشریف لے آئیں تو بیعت پر سب کا اجتماع نہ ہو سکے گا۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ارادہ کو ایک سال تک ملتوی کر دیں اور اس عرصہ میں خانہ جنگی صلح سے بدل جائے تو اوس اور خزرج مل کر اسلام قبول کر لیں گے۔ آئندہ سال ہم حاضر ہونگے اس وقت اس کا فیصلہ ہو سکے گا۔ جب اس وفد کے لوگوں نے اسلام کا پیغام سنا تو وہ اس حقیقت کو جان گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ پیغمبر آخر الزماں ہیں جن کا تذکرہ اکثر یہود کیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں یہود سے سبقت لے جانے کے جذبہ کے تحت یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اسلام میں داخل ہو گئے اور یثرب کو مرکز اسلام بنانے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا وفد قرار پایا جس کی کوششوں سے انصار کے گھروں میں شاید ہی کوئی ایسا گھر ہو جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہ ہوتا ہو۔ ان حالات میں ہجرتِ مدینہ ظہور پذیر ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لے جاتے ہی آزاد اسلامی ریاست کی تشکیل عمل میں آگئی اور میثاقِ مدینہ طے پایا جس کے تحت تمام طبقات مدینہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سربراہِ تسلیم کیا۔

4: میثاق مدینہ کی سیاسی اہمیت

نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کے درمیان عقیدی سیاست اور نظام کی عبادت کے ذریعے ایک نئے اسلامی معاشرے کی بنیادیں استوار کر لیں تو غیر مسلموں کے ساتھ اپنے تعلقات منظم کرنے کی طرف توجہ فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ تھا کہ ساری انسانیت امن و سلامتی کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرہ ور ہو اور اس کے ساتھ ہی مدینہ اور اس کے گردو پیش کے علاقہ ایک قیادت میں منظم ہو جائے

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے قوانینِ منصور

مسنون فرمائے جس کا اس تعصب اور غلو پسندی سے بھری ہوئی دنیا میں کوئی تصور ہی نہ تھا قریب ترین پڑوسی ہوتے تھے یہ لوگ اگرچہ درپردہ مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے۔ لیکن انہوں نے اب تک کسی محاذ آرائی جھگڑے کا اظہار نہیں کیا تھا اس لئے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ منعقد کیا جس میں انہیں دین و مذہب اور جان و مال کے متعلق آزادی دی گئی اور جلاوطنی ضبطی جائیداد یا سیاست کا کوئی رخ اختیار نہیں کیا گیا تھا۔ یہ معاہدہ اسی معاہدے کے ضمن میں ہوا تھا جو خود مسلمانوں کے درمیان باہم طے پایا تھا۔(17) (18)

مدینے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مہاجرین کے معاشی و سیاسی مسائل حل

کرنے کے لیے مواخات کا انتظام کیا۔ اس کے بعد جو کام ہوا، اس کا تعلق اہم موضوع سے ہے یعنی مملکت کا قیام۔ مدینے میں کسی مملکت کا وجود نہیں تھا۔ شہری مملکت کا نہ کسی اور قسم کی مملکت کا۔ یہاں اسلام سے پہلے کئی رشتہ دار قبیلے آباد تھے۔

مگر ان قبیلوں میں ہمیشہ آپس میں خانہ جنگی ہوتی رہتی تھی چنانچہ آخری جنگ ہجرت

نبوی سے پانچ سال پہلے ہوئی تھی جس میں بہت ہی خون ریزی ہوئی اور اس کے اثرات خود اسلامی معاشرے پر بھی پڑے۔ ہجرت سے پہلے جب مدینے کے کچھ لوگ "اوس" قبیلے میں سے اور کچھ لوگ "خزرج" قبیلے میں سے مسلمان ہوئے تو چونکہ ان دونوں قبیلوں میں جھگڑا تھا، اگر امام "خزرجی" ہوا تو "اوسی" مسلمان اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کرتے اور اگر "اوسی" امام ہو تا تو "خزرجی" لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کرتے۔ اس لیے ضرورت پیش آئی کہ مکے سے ایک امام بھیجا جائے تا کہ اس کے پیچھے "اوسی" اور "خزرجی" دونوں نماز پڑھ سکیں۔

ایک اور واقعہ جس کو ہم اس سے بھی زیادہ افسوسناک کہہ سکتے ہیں، یہ نظر آتا ہے کہ مدینہ کے مسلمانوں میں نقیب النقباء اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ ایک بہت اچھے، راسخ العقیدہ اور اسلام کے لیے سرگرم کار مسلمان تھے۔ وہ "خزرج" قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ جب رسول اللہ ہجرت کر کے قبا پہنچے، تو ایسے بہت سے لوگ جو آپ کو پہلے دیکھ چکے تھے یا آپ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں، سلام عرض کرتے ہیں اور مہمان نوازی کے فرائض انجام دیتے ہیں لیکن ان میں اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نظر نہیں

آتے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پوچھا کہ اسعد بن زرارہ کہاں ہیں؟ تو قبا کے باشندوں "اوسیوں" نے شرمندگی کے انداز میں کہا کہ گزشتہ جنگ بعاث میں انہوں نے ہمارے بعض سرداروں کو قتل

کیا تھا، اس لیے انہیں جرات نہیں ہوسکتی کہ وہ ہمارے علاقے میں آئیں۔

اس سے آپ کو اندازہ ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں حکومت کرنے کے لیے کن دشواریوں کا سامنا تھا۔ بہر حال اسی رات کا کافی حصہ گزرنے پر ایک شخص رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے بھیس بدلے ہوئے، چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے آتا ہے۔ جب حضور کے پاس پہنچتا ہے تو نقاب اٹھاتا ہے۔ یہ تھے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیرت سے پوچھتے ہیں کہ تم کیسے آئے؟ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں اور میں نہ آؤں، یہ ناممکن تھا، جان پر کھیل کر حاضر ہوا ہوں۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوشش کرتے ہیں کہ قبیلہ "اوس" ان کو باقاعدہ طور پر پناہ دینے کا اعلان کرے تاکہ اگر وہ آئیں تو کھلم کھلا آسکیں اور انہیں کوئی "اوسی" شخص نہ ستائے، مگر وہ ہچکچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ حکم دیں گے تو ہم تعمیل کریں گے لیکن ہم خود پناہ دینا نہیں چاہتے۔

بالآخر ایک "اوسی" سردار نے اسے قبول کیا چنانچہ وہ اسعد بن زرارہ کے مکان پر گئے۔ ان کو ساتھ لے کر ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتے ہیں اور "اوسی" قبیلے کے لوگ دیکھتے ہیں کہ ان کے سردار نے اسعد بن زرارہ کو پناہ دی ہے۔ پھر اس کے بعد امن قائم ہوتا ہے۔ تو اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مدینہ میں حکومت کرنا کتنا مشکل تھا اور کی تدبیروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ آہستہ ان مشکلوں کو دور کیا۔ اب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا کے بجائے اس مقام پر رہنا پسند کیا جو "اوسیوں" کے نہیں "خزرجیوں" کے علاقے میں تھا۔ اس کی وجہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ بیان کی ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار تھے۔ عبد المطلب کی ماں قبیلہ خزرج سے تھیں۔ چنانچہ قبا سے نکل کر، اس مقام پر قیام کیا جہاں بنو نجار کا قبیلہ رہتا تھا۔

اور جلد ہی وہاں ایک جلسہ طلب کیا گیا۔ شہر مدینہ کی آبادی کے جو مختلف عناصر تھے، ان سب کے نمائندوں کو بلایا اور ان کے سامنے حکومت قائم کرنے کی تجویز پیش کی۔ اس تجویز کو اکثریت نے قبول کیا۔ لکھا ہے کہ صرف "اوسی" کنبوں نے انکار کیا۔ اس طرح ایک مملکت قائم ہوئی جو ایک شہر پر بھی نہیں بلکہ ایک شہر کے کچھ حصے پر مشتمل ہونے کے باوجود علمی اور تاریخی نقطہ نظر سے ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ یوں کہ ایک مملکت میں حکمران اور رعایا کے جو حقوق و فرائض ہوں گے، ان کو تحریری طور پر مرتب کیا گیا۔ دوسرے الفاظ میں اس

مملکت کا دستور مرتب کر کے سب کے سامنے پیش کیا گیا اور سب کے مشورے سے اسے لکھا گیا۔ اس تاریخی دستاویز کی خاص قابل ذکر اہمیت یہ ہے کہ دنیا کا پہلا تحریری دستور "امی" شخص کے ہاتھوں وجود میں آیا۔[18]

1ھ میں اس ریاست کی تاسیس عمل میں آگئی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکمیت الٰہی کے تحت مدینہ میں قائم فرمایا۔ ابتدائی طور پر اس کا مرکز و مصدر مدینہ ہی تھا لیکن رفتہ رفتہ اس کے حدود میں وسعت پیدا ہوتی گئی یہاں تک کہ اس کا دائرہ حکومت مدینہ کے حدود سے بہت آگے بڑھ کر کم و بیش جزیرہ نمائے عرب تک پھیل گیا۔ لیکن توسیع و ارتقاء کے اس دور کا مطالعہ کرنے سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ کسی ریاست کے حدود اور اس کے رقبہ میں اضافہ بھی اگرچہ توسیع و ترقی کا جزو لازمی ہے۔ مگر یہ کہنا زیادہ صحیح ہو گا کہ محض رقبہ اور حدود میں توسیع کو ارتقاء سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ ریاست کا ارتقا ایک ایسی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے جس میں اس کے استحکام اور پائیداری کا پہلو نمایاں ہو۔ اس کے مقابلہ میں کمیت کو غلبہ اس لیے زیادہ حاصل نہیں کہ وہ دراصل کیفیت ہی کا ایک لازمی نتیجہ ہوتی ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ اگر ریاست میں استحکام ہو گا تو حدود میں اضافہ و توسیع کی راہ خود بخود ہموار ہو گی اور ریاست کا استحکام بھی ناگزیر ہو جائے گا۔ اس لئے ارتقائے ریاست کا اصل مدار اس بات پر ہے کہ ریاست اپنے قیام و بقاء اور اتحاد و تحفظ کی کتنی صلاحیت رکھتی ہے اور وہاں داخلی و خارجی طور پر انتظامات کس حد تک موجود ہیں جو مقاصد ریاست کی تکمیل اور اس کے استحکام کے ضامن ہوتے ہیں۔ اس نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ ریاست نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں توسیع و استحکام کا عمل ساتھ ساتھ واقع ہوا۔

بلکہ ہم کیا کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری توجہ ایسے مثبت اقدامات پر صرف فرمائی جن کا تعلق داخلی استحکام، معاشرتی تنظیم، رعایا کی فلاح و صلاح، باشندوں کے حقوق و فرائض کے تعین، عدل و انصاف کے قیام، تشریع و قانون سازی، نظم و نسق، تبلیغ دین اور احکام کے اجراء و نفاذ وغیرہ سے تھا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ توسیع و احکام کے دوسرے تقاضوں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کما حقہٗ ادا کیا۔ چنانچہ ریاست کے داخلی و خارجی امن و امان، اس کے دفاع اور حفاظت و خود مختاری کے ضمن میں بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ، اندرونی دشمنوں کا دفعیہ اور مفسد عناصر کی بیخ کنی کی طرف سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ادنیٰ سی غفلت بھی نہیں برتی، مختصر یہ کہ یہ توسیع ریاستِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک عملی اور مثالی نمونہ قائم کرتی ہے۔[19]

میثاقِ مدینہ کی دفعات کی مزید وضاحت کے لیے ایک اور آرٹیکل لکھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ اس کام کو پایا تکمیل تک پہنچا دیں۔[20]

حوالہ جات

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

1۔ نقوش، رسول نمبر، ج/5، بحوالہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے، محمد عبد اللہ مدنی، اسد نیر پرنٹر لاہور:117-109۔

2۔ سورۃ الاحزاب، آیت:21۔

3۔ سنن ابوداؤد، امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، حدیث:4607۔

4۔ سورۃ الأنعام، آیت:90۔

5۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمرانی وجانشینی، ڈاکٹر حمید اللہ، مترجم: پروفیسر خالد پرویز، بیکن بکس:67-68، 103۔

6۔ سورۃ النمل، آیت:16۔

7۔ سور ة ص ، آیت :26 ۔

8۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، علامہ شبلی نعمانی، سید سلمان ندوی رحمۃ اللہ علیھا، ادارہ اسلامیات، لاہور:766۔

9۔ سنن ابی داؤد، امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی، کتاب الخراج ولامارۃ، باب فیما یلزم الامام من امری الرعیۃ والحجۃ عنہ، حدیث:2949۔

10۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمرانی وجانشینی، 103۔

11۔ سورۃ آل عمران، آیت:26۔

12۔ سورۃ الانعام، آیت:165۔

13۔ سیرت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم، ڈاکٹر ضیاء العمری، مترجم: خدا بخش کلیار، نشریات لاہور:208-213، 221

14۔ سورۃ البقرۃ، آیت:138۔

16۔ میثاق مدینہ کا آئینی تجزیہ، ڈاکٹر محمد طار القادری، ادارہ علوم اسلامیہ لاہور:34۔

http://www.saaid.net/mohamed/234.htm

17۔ الرحیق المختوم، مولانا صفی الرحمن مبارک پوری ، المکتبہ السلفیہ، لاہور: 263۔

18۔ خطباتِ بہاولپور، ڈاکٹر حمید اللہ، تحقیق: ڈاکٹر عبد المجید بغدادی، کتاب محل دربار مارکیٹ، لاہور:223، 235

20۔ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم انسائیکلوپیڈیا، ڈاکٹر رانا اسحاق اور ڈاکٹر رانا خالد مدنی، ادارہ اشاعت اسلام، لاہور۔